قصیدہ

بحضور سید الساجدین امام زین العابدینؑ علی بن الحسینؑ

علاّمہ سید کلب احمد ماتیؔ جائسی

غنی ہے دل، توکُّل طُرّۂ تاجِ فقیری ہے
جبیں نا آشنائے سجدۂ بابِ امیری ہے

میں خود گو کور باطن ہوں مگر اتنا سمجھتا ہوں
کہ انساں اپنا عارف ہو یہی روشن ضمیری ہے

بشر کا ہر نفس پیغام لاتا ہے تغیر کا
نہ دائم ہے شباب اس کا نہ قائم عہدِ پیری ہے

فنا کنجِ قفس ہے اور عدم تھا آشیاں اس کا
رہی اب زیست کی مدت، سو یہ دامِ اسیری ہے

حقیقت تو یہ ہے انسان کی ہر چند ظاہر میں
کوئی ہے تخت پر کوئی سرِ فرشِ حصیری ہے

مگر شاہ وگدا یکساں ہیں عبدیت کی منزل میں
جو خاکستر نشینی ہے وہی کیواں سریری ہے

نہ ذلت ہی پھٹی کملی کے دامن سے ہے وابستہ
نہ عزت کے لئے مخصوص ملبوسِ حریری ہے

اسی در پر گداؤں کو ہے فخر جبہہ فرسائی
شہنشاہوں کا بھی اعزاز جس در کی فقیری ہے

ہے بالا تر درِ مخلوق سے انساں کی پیشانی
سجود اس کے لئے ہے جس میں شانِ بےنظیری ہے

مگر سجدہ کہاں شایانِ شانِ ذاتِ معبودی
زمیں گیری ہے یا اظہار خاکستر خمیری ہے

ادا جس نے کیا حق سجود وفرض عبدیت
وہ زین العابدینؑ ہمنام مولائے غدیری ہے

جبیں خم ہے یہاں، لیکن ہے سجدہ عرشِ اعظم پر
یہ طاعت ربِ اعلیٰ کی ہے یا گردوں سریری ہے

حضوری بوریائے زہد پر معبود کی حاصل
ملک کے پر جہاں قاصر وہاں فرشِ حصیری ہے

شرف افزائے رضواں کیوں نہ ہو عابدؑ کی دربانی
صفت بیت الشّرف کی کم سے کم جنت نظیری ہے

بہم ان کے لئے ہر نعمت فردوس ہے لیکن
پسندیدہ غذا سجادؑ کی نانِ شعیری ہے

یہ مطلع دولتِ پائندہ ہے جس کی تمنا میں
ملک کا ذوقِ مداحی بھی کشکولِ فقیری ہے

سنیں گوشِ حقائق آشنا سے نغمۂ ماتیؔ
بہت ان قدسیوں کو ادّعائے ہم سفیری ہے

نجاتِ امتِ عاصی کی ضامن یہ اسیری ہے
تمہاری پا بہ زنجیری تو مولا دست گیری ہے

گنہگاروں کا حق خاص ہے یہ فیضِ قربانی
یہاں پسپا فرشتوں کی مجالِ حرف گیری ہے

شفا ہے مدعا، کس کی شفا یہ کیا کہے ماتیؔ
کہ حاصل بندگانِ شاہ کو روشن ضمیری ہے